

قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

ترتیب و تحریر

شیخ الحدیث العلامة ابو محمد بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ



استاذ التفسير والحديث العلامة ابو محمد بدیع الدین الراشدی حفظہ اللہ تعالیٰ کا



قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

ترتیب و تحریر

بشیر احمد بن خوشی محمد
طالب جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی

ناشر

ادارۃ صوت الاسلام - امانت کالونی - رحیم یار خاں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ
 بَعْدَهُ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ
 إِلَى يَوْمِ الدِّينِ - آمَنَّا بَعْدُ :

وقت حاضر میں ہمارا معاشرہ جن برائیوں میں طوث ہے۔ ان میں سب سے
 بڑی بُرائی دین سے ناواقفیت ہے اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے دین حنیف
 میں ایسی چیزیں داخل کر لی جاتی ہیں جن کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں
 پایا جاتا۔ ان پر اس طرح عمل کیا جاتا ہے جس طرح فرائض و واجبات پر عمل کرنا چاہیے
 اور ایسی نئی ایجاد شدہ چیزوں کو دین کا حصہ تصور کیا جاتا ہے اور جن افعال کے
 کرنے کا صاف صاف حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں موجود ہے۔ ان کو نوافل کے درجہ سے بھی کم اہمیت دی جاتی ہے بلکہ علمی
 زندگی میں تو بیزاری ہی نظر آتی ہے۔ دنیا پرست علمائے ایسے نئے ایجاد کردہ
 افعال کو عام لوگوں کے سامنے اس رنگ میں پیش کیے ہیں کہ عامۃ الناس نے
 تو ان کاموں کو چھوڑ دینا دین سے ہاتھ دھو بیٹھنا سمجھ لیا ہے اور ایسے افعال
 کی خاطر ہر طرح کی مالی اور جانی قربانی پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اور اگر جان بھی جائے
 تو اسے شہادت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

اس دور میں قرآن خوانی کے ذریعے مردوں کو ثواب پہنچانے کا رواج
 عام ہو گیا ہے اور اس کے لیے بڑی بڑی مجلسیں خصوصی اہتمام کے ساتھ

منعقد کی جاتی ہیں۔ ان مجلسوں پر ہزاروں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں مجلس میں شمولیت کرنے والے عام لوگ اور بالخصوص پیشہ ور حضرات قرآن پاک پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ یہ رسم اتنی عام ہوتی جا رہی ہے کہ ایک کاروبار کی شکل اختیار کر لی ہے۔ حتیٰ کہ اب "میلاد خواں اور ختم خواں" کی طرح "قرآن خواں" بھی ہر جگہ بآسانی کرایہ پر مل سکتے ہیں اور دوسرے مژدہوں کی طرح ان کی اجرت بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ الغرض یہ فعل دین کے نام پر کاروبار کرنے والے ایک طبقہ کی روزی کا ذریعہ بن گیا ہے۔

ان حالات میں ایسے رسم و رواج اور بدعات کو روکنا آسان کام نہیں۔ اَللّٰہِ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے آسان بنا دے۔

اس رسالے میں مختصر طور پر مروجہ قرآن خوانی سے متعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اگر آپ بے جا تعصب سے بالاتر ہو کر سنجیدگی سے اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ حتیٰ و ضلالت کا فرق واضح نظر آجائے گا۔

قرآن خوانی کی شرعی حیثیت کے بارے میں یہ مختصر رسالہ آپ کی خدمت میں پیش ہے جس کو حضرت العلامة فیصلۃ الاستاد السید ابو محمد بدیع الدین الراشدی المکی تقی اللہ حسنا نے ۱۹۶۶ء میں تحریر فرمایا تھا۔ لیکن چند وجوہات کی بنا پر چھپ کر عام لوگوں کے سامنے نہ آ سکا۔ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کے استاذ الشیخ شبیر احمد نورانی نے حضرت العلامة سے کسی علمی مضمون کی درخواست کی تاکہ وہ چھپا جا سکے۔ تو علامہ ابو محمد الراشدی حفظہ اللہ نے علمی مضامین سے بالامال ایک بڑی کا پی عنایت فرمائی۔ جس میں سے استاد محترم نے اس مضمون کا انتخاب کیا۔ "قرآن خوانی کے ذریعے میت کو ایسا ثواب"

۴

اور اب یہ مضمون کتابی شکل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔
 زیر نظر مضمون کی تسوید و ترتیب کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی۔
 البتہ عربی عبارتوں کا ترجمہ، ترتیب و تہذیب ففیئۃ الاستاد بشیر احمد نورانی
 کی مدد سے کیا گیا۔ جبکہ اکثر حواشی حضرت العلامة کے مضمون کو ترتیب دینے
 سے ہی تیار ہو گئے۔

آخر میں قارئین کرام سے التماس ہے کہ حضرت العلامة ابو محمد الراشدی
 اور محترم استاد بشیر احمد نورانی کی صحت و عافیت کی دعائیں اور بندہ خالص
 اور میرے والدین کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور تمام مسلمانوں
 کے حق میں بابت و مغفرت کی دعائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دعا گو اور محتاج دعا۔

بشیر احمد بن خوشی محمد

منظم جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

گلشن اقبال ۵ کراچی

حرفی ۳۰، جہاد اثنی ۳۰۶ھ

الموافق ۱۲ مارچ ۱۹۸۶ء بروز بدھ

ادارہ صوت الاسلام رحیم یار خان کی منشورات کے لیے رابطہ فرمائیں؛
 بشیر احمد و محمد یوسف ضیاء جامعہ ابی بکر الاسلامیہ گلشن اقبال نمبر ۵
 پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۰۶ کراچی ۴، فون نمبر ۴۱۹۴۱۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ زَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ
بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ. وَاشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
لَهُ وَاشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ أَحْسَنَ
الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ. وَإِنْ كُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٍ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ
ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ أَمَّا بَعْدُ :

انسان کی اس دنیا میں آمد و رفت ایک فطری نظام ہے جس کے تحت
جو بھی اس دنیا میں آگیا ہے اس کو ضرور یہاں سے جانا ہے۔ لہذا جس طرح
یہاں آنے والے (نومولود) سے متعلق شریعت اسلامیہ نے چند احکام و آداب
دیئے ہیں اسی طرح دنیا سے کوچ کرنے والے کے بارے میں بھی شریعت اسلامیہ
نے چند احکام و آداب عطا کیے ہیں۔ تاکہ مومن و مسلم کا ہر لحظہ اللہ تعالیٰ اور
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و اطاعت میں گزرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چوں و چرا اطاعت ہی دنیا میں حقیقی
سکون اور آخرت میں نجات کی ضمانت ہے لیکن بعض لوگ نادانی یا جوش
حزبات میں ایسے کام شروع کر دیتے ہیں جو درحقیقت مطلوب و محمود نہیں

ہوتے۔ ایسے کاموں میں سے ایک کام ”مروجہ قرآن خوانی“ ہے۔ یوں تو اس موضوع کے متعدد پہلو تحقیق طلب ہیں لیکن زیر نظر مضمون میں صرف ایک پہلو پر بحث کی گئی ہے اور وہ ہے آیا ”ایصال ثواب کی خاطر قرآن خوانی“ قرآن حدیث سے ثابت ہے یا کہ نہیں؟ بس اسی موضوع کو ہم نے قرآن و حدیث سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور حسب ضرورت مفسرین و محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی علمی اور مایہ ناز و ضاحتیں بھی بطور شہادت پیش کی ہیں کیونکہ ہر فن کی صحیح تعبیر و تفسیر کرنے کا حق صرف اصحاب فن کو ہوتا ہے۔ نا تجربہ کار اور نادان لوگوں کی باتیں کسی معقول دنیا میں حجت و سند نہیں مانی جاتیں چنانچہ ہماری تحقیق و مطالعہ کے لحاظ سے میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں پائی گئی ہے اور نہ ہی کسی صحابی رسول رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ۱؎

”وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى“ ۲؎

”اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے

کوشش کی۔“

وَمِنْ هَذِهِ الْأَمْثِلَةِ الْكُرْبَةُ اسْتَنْبَطَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَمِنْ

۱؎ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۵۵

۲؎ سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۹

تَبِعَهُ أَنَّ الْقِرَاءَةَ لَا يَصِلُ إِهْدَاءُ ثَوَابِهَا إِلَى الْمَوْتَى لِأَنَّهُ لَيْسَ
 مِنْ عِبَادِهِمْ وَلَا كَسْبِهِمْ، وَلِهَذَا أَلْعَنَ يَنْدُبَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ وَلَا حَتْمَهُمْ عَلَيْهِ وَلَا أَرْشَدَهُمْ إِلَيْهِ
 بَعْضٌ وَلَا إِيْبَاءٍ. وَلَمْ يُقَلِّ ذَلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَلَوْ كَانَ خَيْرًا لَسَبَقُونَا إِلَيْهِ وَبَابُ الْقُرْبَلِ
 يُقْتَصَرُ فِيهِ عَلَى النُّصُوصِ وَلَا يَتَصَدَّقُ فِيهِ بِأَنْوَاعِ
 الْأَيْسَةِ وَالْأَرَارِ. فَأَمَّا الدُّعَاءُ وَالصَّدَقَةُ فَذَلِكَ مُجْمَعٌ
 عَلَى وَصُولِهَا وَمَنْصُوصٌ مِنَ الشَّارِعِ عَلَيْهَا وَأَمَّا الْحَدِيثُ
 الَّذِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ -

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ
 مِنْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ. أَوْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ مِنْ بَعْدِهِ أَوْ
 عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ. هـ

فَهَذِهِ الثَّلَاثَةُ فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ سَعْيِهِ وَكَدِّهِ وَعَمَلِهِ،
 كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ "إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ،
 وَإِنْ وَلَدَهُ وَنُكْبِهِ" وَالصَّدَقَةُ الْجَارِيَةُ كَالْوَقْفِ وَنَحْوِهِ
 هِيَ مِنْ أَثَارِ عَمَلِهِ وَوَقْفِهِ. وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:
 "إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ هـ

هـ صحيح مسلم كتاب البر والعلل باب إيراد الثواب إلى الموتي، هـ سنن ترمذي

وَالْعُلُوَّ الَّذِي تَسْرُدُ فِي النَّاسِ فَأَتْتَدِي بِهِ النَّاسُ بَعْدَهُ
هُوَ أَيُّكُمْ مَنْ سَعِيَهُ وَتَعْبِلُهُ وَتَبَّتْ فِي الصَّحِيحِ: مَنْ دَعَا إِلَى
هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْجَدِّ مِثْلُ أُجُورٍ مَنْ سَبَّعَهُ لَا يُنْقِصُ
ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِ هُوَ شَيْئًا ۝

”امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے اس آیت
کرمیہ سے یہ مسئلہ استنباط فرمایا ہے کہ قرأتِ قرآن کا ثواب فوت شدگان کو
ہدیہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ وہ ان کی محنت و کوشش کا نتیجہ نہیں ہے
اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مستحب قرار نہیں دیا اور
نہ صحابہ کو کسی ظاہری حکم یا اشارے سے اس کی طرف رہنمائی کی ہے اور یہ
طریقہ کسی صحابی سے بھی منقول نہیں۔ اگر اس میں کوئی نیکی ہوتی تو وہ ضرور ہم
سے پیش قدمی کرتے اور نیک کاموں سے متعلق صرف شرعی احکام و کتاب
اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کسی کے ذاتی
فتوے اور قیاس یا رائے سے اس میں حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

البتہ دعا و صدقہ کا ثواب پہنچنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ شارع صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف سے واضح ارشاد موجود ہے:

”حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جب انسان اس دنیا سے رحلت ہو جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ
اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے۔“

ثالث صحیح مسلم کتب العلم باب من سن سنة حسنة أو سيئة۔ ومن دعا إلى هدى أو ضلالة

(۱) نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرے۔

(۲) اس کے بعد جاری رہنے والا صدقہ۔

(۳) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کریں۔

یہ تینوں چیزیں درحقیقت اس کی اپنی محنت و کوشش کا نتیجہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کے لیے سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اس نے اپنی محنت سے کمایا ہو اور اس کا بیٹا بھی اس کی کمائی کا حصہ ہے اور صدقہ جاریہ بھی وقف کی طرح ہے اور وقف اس کے کام اور محنت کے باقی ماندہ نشانیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”ہم یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ جو کچھ افعال انہوں نے کیے

ہیں۔ اور جو آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب لکھتے جا رہے ہیں۔“
اور وہ علم جو اس نے لوگوں میں پھیلا یا پھر لوگوں نے اس کے بعد بھی اس کی پیروی کی۔ یہ عمل بھی اس کی اپنی محنت و کوشش کا نتیجہ ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے:

”جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے اپنے عمل میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔
قرآن خوانی کا ثبوت نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً ملتا ہے اور نہ اشارۃً، نہ آپ نے خود ایسا عمل کیا اور نہ امت کو ایسا کرنے کی تعلیم دی اور نہ اشارہ فرمایا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے۔^۱
 حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کئی انبیاء علیہم السلام و اہل اللہ
 فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی زندگی میں کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فوت
 ہوئے۔ حتیٰ کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا:

إِهْتَرِ الْعُرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

”حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش بھی خوش ہوا۔“
 اور آپ کے کئی قریبی رشتہ دار اور پیارے دوست آپ کی موجودگی
 میں فوت ہوئے اور بعض شہید بھی ہوئے۔ مثلاً آپ کے محترم چچا حضرت
 حمزہ بن عبدالمطلب، چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب رضاعی بھائی (دودھ
 شریک بھائی) عثمان بن مظعون و امین و ابوسلمہ ازواج مطہرات میں سے حضرت
 خدیجہ، زینب بنت خزیمہ، آپ کی ساس ام رومان زوجہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ

عن کتاب الروح ص ۱۰۱ ص ۱ ص ۱۰ ص ۱۱ ص ۱۲ ص ۱۳ ص ۱۴ ص ۱۵ ص ۱۶ ص ۱۷ ص ۱۸ ص ۱۹ ص ۲۰ ص ۲۱ ص ۲۲ ص ۲۳ ص ۲۴ ص ۲۵ ص ۲۶ ص ۲۷ ص ۲۸ ص ۲۹ ص ۳۰ ص ۳۱ ص ۳۲ ص ۳۳ ص ۳۴ ص ۳۵ ص ۳۶ ص ۳۷ ص ۳۸ ص ۳۹ ص ۴۰ ص ۴۱ ص ۴۲ ص ۴۳ ص ۴۴ ص ۴۵ ص ۴۶ ص ۴۷ ص ۴۸ ص ۴۹ ص ۵۰ ص ۵۱ ص ۵۲ ص ۵۳ ص ۵۴ ص ۵۵ ص ۵۶ ص ۵۷ ص ۵۸ ص ۵۹ ص ۶۰ ص ۶۱ ص ۶۲ ص ۶۳ ص ۶۴ ص ۶۵ ص ۶۶ ص ۶۷ ص ۶۸ ص ۶۹ ص ۷۰ ص ۷۱ ص ۷۲ ص ۷۳ ص ۷۴ ص ۷۵ ص ۷۶ ص ۷۷ ص ۷۸ ص ۷۹ ص ۸۰ ص ۸۱ ص ۸۲ ص ۸۳ ص ۸۴ ص ۸۵ ص ۸۶ ص ۸۷ ص ۸۸ ص ۸۹ ص ۹۰ ص ۹۱ ص ۹۲ ص ۹۳ ص ۹۴ ص ۹۵ ص ۹۶ ص ۹۷ ص ۹۸ ص ۹۹ ص ۱۰۰

باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ ص ۱۰۱ ص ۱۰۲ ص ۱۰۳ ص ۱۰۴ ص ۱۰۵ ص ۱۰۶ ص ۱۰۷ ص ۱۰۸ ص ۱۰۹ ص ۱۱۰ ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ ص ۱۱۳ ص ۱۱۴ ص ۱۱۵ ص ۱۱۶ ص ۱۱۷ ص ۱۱۸ ص ۱۱۹ ص ۱۲۰ ص ۱۲۱ ص ۱۲۲ ص ۱۲۳ ص ۱۲۴ ص ۱۲۵ ص ۱۲۶ ص ۱۲۷ ص ۱۲۸ ص ۱۲۹ ص ۱۳۰ ص ۱۳۱ ص ۱۳۲ ص ۱۳۳ ص ۱۳۴ ص ۱۳۵ ص ۱۳۶ ص ۱۳۷ ص ۱۳۸ ص ۱۳۹ ص ۱۴۰ ص ۱۴۱ ص ۱۴۲ ص ۱۴۳ ص ۱۴۴ ص ۱۴۵ ص ۱۴۶ ص ۱۴۷ ص ۱۴۸ ص ۱۴۹ ص ۱۵۰ ص ۱۵۱ ص ۱۵۲ ص ۱۵۳ ص ۱۵۴ ص ۱۵۵ ص ۱۵۶ ص ۱۵۷ ص ۱۵۸ ص ۱۵۹ ص ۱۶۰ ص ۱۶۱ ص ۱۶۲ ص ۱۶۳ ص ۱۶۴ ص ۱۶۵ ص ۱۶۶ ص ۱۶۷ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹ ص ۱۷۰ ص ۱۷۱ ص ۱۷۲ ص ۱۷۳ ص ۱۷۴ ص ۱۷۵ ص ۱۷۶ ص ۱۷۷ ص ۱۷۸ ص ۱۷۹ ص ۱۸۰ ص ۱۸۱ ص ۱۸۲ ص ۱۸۳ ص ۱۸۴ ص ۱۸۵ ص ۱۸۶ ص ۱۸۷ ص ۱۸۸ ص ۱۸۹ ص ۱۹۰ ص ۱۹۱ ص ۱۹۲ ص ۱۹۳ ص ۱۹۴ ص ۱۹۵ ص ۱۹۶ ص ۱۹۷ ص ۱۹۸ ص ۱۹۹ ص ۲۰۰

قال النفرین شیل و هو امام اہل اللغة اھتر فرح ذکرہ الذہبی فی سیر الاعلام النبلاء جلد ۱

ص ۱۰۱ ص ۱۰۲ ص ۱۰۳ ص ۱۰۴ ص ۱۰۵ ص ۱۰۶ ص ۱۰۷ ص ۱۰۸ ص ۱۰۹ ص ۱۱۰ ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ ص ۱۱۳ ص ۱۱۴ ص ۱۱۵ ص ۱۱۶ ص ۱۱۷ ص ۱۱۸ ص ۱۱۹ ص ۱۲۰ ص ۱۲۱ ص ۱۲۲ ص ۱۲۳ ص ۱۲۴ ص ۱۲۵ ص ۱۲۶ ص ۱۲۷ ص ۱۲۸ ص ۱۲۹ ص ۱۳۰ ص ۱۳۱ ص ۱۳۲ ص ۱۳۳ ص ۱۳۴ ص ۱۳۵ ص ۱۳۶ ص ۱۳۷ ص ۱۳۸ ص ۱۳۹ ص ۱۴۰ ص ۱۴۱ ص ۱۴۲ ص ۱۴۳ ص ۱۴۴ ص ۱۴۵ ص ۱۴۶ ص ۱۴۷ ص ۱۴۸ ص ۱۴۹ ص ۱۵۰ ص ۱۵۱ ص ۱۵۲ ص ۱۵۳ ص ۱۵۴ ص ۱۵۵ ص ۱۵۶ ص ۱۵۷ ص ۱۵۸ ص ۱۵۹ ص ۱۶۰ ص ۱۶۱ ص ۱۶۲ ص ۱۶۳ ص ۱۶۴ ص ۱۶۵ ص ۱۶۶ ص ۱۶۷ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹ ص ۱۷۰ ص ۱۷۱ ص ۱۷۲ ص ۱۷۳ ص ۱۷۴ ص ۱۷۵ ص ۱۷۶ ص ۱۷۷ ص ۱۷۸ ص ۱۷۹ ص ۱۸۰ ص ۱۸۱ ص ۱۸۲ ص ۱۸۳ ص ۱۸۴ ص ۱۸۵ ص ۱۸۶ ص ۱۸۷ ص ۱۸۸ ص ۱۸۹ ص ۱۹۰ ص ۱۹۱ ص ۱۹۲ ص ۱۹۳ ص ۱۹۴ ص ۱۹۵ ص ۱۹۶ ص ۱۹۷ ص ۱۹۸ ص ۱۹۹ ص ۲۰۰

ص ۱۰۱ ص ۱۰۲ ص ۱۰۳ ص ۱۰۴ ص ۱۰۵ ص ۱۰۶ ص ۱۰۷ ص ۱۰۸ ص ۱۰۹ ص ۱۱۰ ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ ص ۱۱۳ ص ۱۱۴ ص ۱۱۵ ص ۱۱۶ ص ۱۱۷ ص ۱۱۸ ص ۱۱۹ ص ۱۲۰ ص ۱۲۱ ص ۱۲۲ ص ۱۲۳ ص ۱۲۴ ص ۱۲۵ ص ۱۲۶ ص ۱۲۷ ص ۱۲۸ ص ۱۲۹ ص ۱۳۰ ص ۱۳۱ ص ۱۳۲ ص ۱۳۳ ص ۱۳۴ ص ۱۳۵ ص ۱۳۶ ص ۱۳۷ ص ۱۳۸ ص ۱۳۹ ص ۱۴۰ ص ۱۴۱ ص ۱۴۲ ص ۱۴۳ ص ۱۴۴ ص ۱۴۵ ص ۱۴۶ ص ۱۴۷ ص ۱۴۸ ص ۱۴۹ ص ۱۵۰ ص ۱۵۱ ص ۱۵۲ ص ۱۵۳ ص ۱۵۴ ص ۱۵۵ ص ۱۵۶ ص ۱۵۷ ص ۱۵۸ ص ۱۵۹ ص ۱۶۰ ص ۱۶۱ ص ۱۶۲ ص ۱۶۳ ص ۱۶۴ ص ۱۶۵ ص ۱۶۶ ص ۱۶۷ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹ ص ۱۷۰ ص ۱۷۱ ص ۱۷۲ ص ۱۷۳ ص ۱۷۴ ص ۱۷۵ ص ۱۷۶ ص ۱۷۷ ص ۱۷۸ ص ۱۷۹ ص ۱۸۰ ص ۱۸۱ ص ۱۸۲ ص ۱۸۳ ص ۱۸۴ ص ۱۸۵ ص ۱۸۶ ص ۱۸۷ ص ۱۸۸ ص ۱۸۹ ص ۱۹۰ ص ۱۹۱ ص ۱۹۲ ص ۱۹۳ ص ۱۹۴ ص ۱۹۵ ص ۱۹۶ ص ۱۹۷ ص ۱۹۸ ص ۱۹۹ ص ۲۰۰

عنه دوسری ساس زینب بنت مطلقون والدہ حضرت حفصہ بنت عمر آپ کے
فرزند ان قاسم، طیب، ابراہیم، بیٹیاں رقیہ، ام کلثوم، زینب، آپ کے نواسے
علی بن زینب عبداللہ بن رقیہ اور آپ کا منہ بولا بیٹا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم
اجمعین یہ سب آپ کی زندگی میں رحلت فرما گئے۔ لیکن کسی ایک کے لیے بھی آپ
نے قرآن خوانی نہیں کی۔ اور نہ دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح غزوات
میں کئی صحابہ شہید ہوئے۔ جن میں علماء فقہاء زہاد و عباد سب تھے۔ مگر کسی کے
لیے بھی قرآن خوانی نہیں کی۔ اور نہ کرنے کی توجہ دلائی۔

پس جو عمل آپ کے دہانے میں نہ تھا۔ وہ آج شریعت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟ حالانکہ شریعت آپ پر مکمل ہو چکی ہے۔ قرآن حکیم میں حقیقت واضح طور پر موجود ہے کہ :

«الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا»

”آج كے دن ميں نے مہارادين كمل كوديا اور تم پراپنا احسان تمام كر ديا۔ امد مہارے ليے دين اسلام كو پسند كر ليا۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هَذِهِ أَكْبَرُ نِعَمِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ حَيْثُ اكْمَلَ تَعَالَى لَهْوَ دِينِهِمْ فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى دِينٍ غَيْرِهِ وَلَا إِلَى نَبِيِّ غَيْرِ نَبِيِّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَلِهَذَا جَعَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهُ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ فَلَا حِلَّ إِلَّا

مَا أَحَلَّهُ وَلَا حَرَامَ إِلَّا مَا حَرَّمَ وَلَا دِينَ إِلَّا مَا شَرَعَهُ
وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ: "الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ" هُوَ
الْإِسْلَامُ أَخْبَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ
أَنَّهُ قَدْ أَكْمَلَ لَهُمُ الْإِيمَانَ فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى زِيَادَةٍ أَبَدًا
قَدْ أَتَاهُ اللَّهُ فَلَا يَنْقُصُهُ أَبَدًا وَقَدْ رَضِيَهِ فَلَا يَسْخُطُهُ أَبَدًا

”اللہ تعالیٰ کی اس امت پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان
کے لیے ان کا دین مکمل کر دیا ہے۔ اب وہ کسی دوسرے دین کے محتاج نہیں ہیں
اور نہ کسی دوسرے نبی کے صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور جن و انس کی طرف مبعوث فرمایا
اب جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال فرمادیا وہی حلال ہے۔ اس
کے علاوہ اور کوئی چیز حلال نہیں اور جس چیز کو آپ نے حرام قرار دیا وہی
حرام ہے اور جس کو آپ نے دین مقرر فرمایا وہی دین ہے اس کے علاوہ اور
کوئی چیز دین نہیں۔

اور علی بن طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ
”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ سے مراد اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اور مومنوں کو بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا دین مکمل کر دیا ہے چنانچہ
انہیں اس میں کبھی اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اللہ عزوجل
نے اسے پورا بھی کر دیا ہے۔ اب وہ اسے کبھی کم نہیں کریں گے۔ اللہ نے اسے
پسند بھی فرمایا ہے۔ اب وہ کبھی ناپسند نہیں فرمائیں گے۔“

امام مالک رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ:-

فَبِضِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَوَهَّذَ الْأَمْرُ
وَأَسْتَكْمَلَ فَإِنَّمَا يَنْبَغِي أَنْ يُتَّبَعَ أَثَارُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَا يُتَّبَعَ الرَّأْيُ فَإِنَّهُ مَتَى أُتِّحَ الرَّأْيُ جَاءَ أَخْرَاقُوهُ
فِي الرَّأْيِ مِنْكَ فَأَتَّبَعْتَهُ فَأَنْتَ كُلَّمَا جَاءَ رَجُلٌ عَلَيْكَ اتَّبَعْتَهُ
أَرَى هَذَا الْإِيْتِمَارَ -

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس
وقت یہ دین ہر طرح سے مکمل ہو چکا تھا۔ بہتر صورت اب یہ ہے کہ صرف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی پیروی کی جائے اور رائے کی
پیروی نہ کی جائے۔ کیونکہ جب رائے کی پیروی شروع ہو جائے تو صورتحال
یہ پیدا ہو جائے گی کہ جب تمہاری رائے کے مقابلہ میں کسی اور کی طاقتور رائے
آجائے گی تو پھر تم اس کی پیروی کرو گے۔ چنانچہ جب بھی تجھ سے زیادہ مضبوط
آدمی آئے گا تو تم اس کی پیروی کرو گے۔ میرے خیال میں یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں
ہو سکتا۔“

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی کی سب باتیں بتا دیں تو اگر
یہ کام مأمورین اللہ ہوتا یا اس میں ہمارے لیے کوئی بھلائی ہوتی تو آپ ضرور
بتا دیتے بلکہ اس کام کو جائز یا کارِ ثواب سمجھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر غیانت کا الزام لگانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مکمل شریعت
نہیں بتائی چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

مَنْ أَحْدَثَ فِي هَذِهِ الْأُمَمِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا

لے ایسا کام کہ اولی الامر اللہ تعالیٰ سے نقل سے تہذیب الآثار للطبری۔

فَقَدْ زَعَوَاتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَهَ
لِإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ:

«الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ
لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا» فَمَا كَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا
”جس نے اس امت میں نئی چیز ایجاد کی۔ جس کو سلف صالحین نے
نہیں کیا تو گویا کہ اس کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ)
ادائیگی رسالت میں خیانت کی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

”میں نے آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت
پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند فرمایا“ پس جو چیز اس دن
دین کا حصہ نہیں تھی وہ آج دین کیسے بن گئی؟
امام ابن حرم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

”وَأَتَقَفُوا أَنَّهُ مَدَّ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ
انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَكَمَلَ الدِّينُ وَاسْتَقَرَّ وَأَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِإِحْدٍ أَنْ يُزِيدَ
شَيْئًا مِنْ رَأْيِهِ بِغَيْرِ اسْتِدْلَالٍ وَمَذْهَبُهُ وَلَا أَنْ يَنْقُصَ مِنْهُ شَيْئًا
وَلَا أَنْ يُبَدِّلَ شَيْئًا مَكَانَ شَيْءٍ وَلَا أَنْ يُحْدِثَ شَرِيعَةً وَأَنَّ
مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ صَارَ كَايِدًا“

”اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وفات پائی ہے تو وحی بھی بند ہو گئی ہے، دین بھی مکمل ہو گیا ہے اور اس بات

پر بھی اتفاق ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنی رائے سے کچھ زیادہ کرے۔
 بغیر کسی شرعی استدلال کے۔ اور نہ ہی اس سے کچھ کم کر سکتا ہے اور نہ ہی
 ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل سکتا ہے اور نہ ہی شریعت میں کوئی نئی
 چیز ایجاد کر سکتا ہے اور جو شخص یہ کام کرتا ہے وہ کفر کا ترکب ہوتا ہے۔
 اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ تلاوت اس لیے کی جاتی ہے کہ کمیت کو ثواب پہنچے۔
 ثواب پہنچانا دین کا مسئلہ ہے اور جب یہ کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 زمانے میں دین نہ تھا۔ تو اب یہ دین کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسی چیزوں کو نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مردود فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ ۱۷

”جس نے ہمارے دینی معاملے میں نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں
 ہے تو وہ مردود ہے (نا قابل قبول ہے)“

وَرَفِي رِوَايَةِ إِبْنِ أَبِي لَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
 فَهُوَ رَدٌّ“ ۱۸

وَرَفِي لَفْظِ أَبِي دَاوُدَ ”مَنْ صَنَعَ أَمْرًا عَلَى غَيْرِ أَمْرِنَا فَهُوَ
 رَدٌّ“ ۱۹

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے ”جس نے ایسا کام کیا جس کے متعلق

۱۷ صحیح بخاری کتاب العلم باب اذا مصلح علی مصلح جہنم لصلح مردود۔ صحیح مسلم کتاب

التقیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ

۱۸ صحیح مسلم جلد سابقہ۔ ۱۹ سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب الزوم السنۃ

ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے ۱
اور البوداؤد میں ہے کہ ”جس نے ہمارے حکم کے علاوہ کوئی اور کام کیا
تو وہ مردود ہے ۲“

اور جب یہ عمل آپ کے عہد مبارک میں نہ تھا نہ حضور نے اس کا حکم
فرمایا نہ اس کی ترغیب دلائی۔ پھر اس کے مردود ہونے میں کیا شک ہے نیز
حضرت حابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ
ذیل خطبہ موجود ہے:

”أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ
هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا
وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ ۳

وَرَفِي رَوَايَةٍ:
رَأَيْتُكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ
وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔“

”فرمایا! اما بعد، بلاشبہ سب سے بہتر بات اللہ کا کلام ہے اور بہترین
ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی ہے اور بدترین کام بدعت (دین میں
نئی بات ایجاد کرنا) ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے“

اور دوسری روایت میں اس طرح فرمایا:
(دین میں) نئی باتوں سے بچتے رہیں۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور

۱ صحیح مسلم کتاب الجمع باب تحقیف العلوة والخطبة۔

۲ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ

بر بدعت گرا ہی ہے۔

پس دین میں ہر نیا نکا لاہوا کام بدعت و ضلالت ہے۔

بدعت کی تعریف اہل اصطلاح کے نزدیک یہ ہے سَمَّاكَ الشَّاطِلِي؛
طَرِيقَةً فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةً تُضَاهِي الشَّرْعِيَّةَ يَقْصِدُ
بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا الْمَبَازِغَةَ فِي التَّعَبُّدِ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ۔

وَهَذَا عَلَى رَأْيٍ مَنْ لَا يَدْخُلُ الْعَادَاتِ فِي مَعْنَى الْبِدْعَةِ
وَأَمَّا يَخْصُهَا بِالْعِبَادَاتِ وَأَمَّا عَلَى رَأْيٍ مَنْ أَدْخَلَ الْأَعْمَالَ
الْعَادِيَّةَ فِي مَعْنَى الْبِدْعَةِ فَيَقُولُ:

”الْبِدْعَةُ طَرِيقَةٌ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِي الشَّرْعِيَّةَ
يَقْصِدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا مَا يَقْصِدُ بِالطَّرِيقَةِ الشَّرْعِيَّةِ۔“

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ:
”دین میں ایسا نیا طریقہ ایجاد کرنا جو شرعی کاموں کے برابر ہو، اس پر
عمل کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کرنا ہو۔“

یہ تعریف ان لوگوں کے نزدیک ہے جو عام کاموں کو بدعت میں شامل
نہیں کرتے اور اسے صرف عبادت تک محدود رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ عام
کاموں کو بھی بدعت میں شمار کرتے ہیں۔ وہ تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ:
”بدعت دین میں ایسا طریقہ ہے جو شریعت میں ایجاد کیا گیا ہو۔ جو شرعی
کاموں کے مانند ہو۔ اس پر عمل کرنے کا بھی وہی مقصد ہو جو شرعی احکام پر عمل
کرنے کا مقصد ہوتا ہے۔“

اسی بناء پر حافظ ابن حجر بھی اس عمل کو مشروع بناتے ہیں۔
 "هَذَا مُخْتَرَعٌ مِنْ مُتَأَخِّرِي الْقُرَآءِ لَا أُعِدْتُ لَهُ سَلَفٌ"
 "یہ بعد کے قراء کی ایجاد ہے۔ اس سے پہلے کسی کے بارے میں مجھے علم
 نہیں (اس کام کے بارے میں)"

یہ فعل صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ میں قطعاً
 موجود نہ تھا۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ قول بھی اس پر دلیل ہے۔
 نیز ابن القيم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس انداز کی وضاحت فرمائی ہے کہ
 السید الجرجانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"الْبِدْعَةُ هِيَ الْأَمْرُ الْمُحَدَّثُ الَّذِي لَوْ يَكُنْ عَلَيْهِ
 الصَّحَابَةُ وَالْتَّابِعُونَ لَوْ يَكُنْ مِنْهُ إِتِّفَاقٌ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ"
 "بدعت وہ نیا کام ہے جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین رحمہم اللہ
 نے عمل نہ کیا ہو اور نہ ہی وہ کسی شرعی دلیل کے تقاضے کے مطابق ہو"
 اور علامہ الرشید الرضا رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ:

"فَعَلِمَ مِنْ شَرَحْنَا أَنَّ كُلَّ مَا جَرَتْ بِهِ الْعَادَةُ مِنْ
 قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْأَذْكَارِ وَإِهْدَائِهِمْ إِلَى الْأَمْوَاتِ وَالْإِسْتِجَارِ
 الْقُرْآنِ وَحَبْسِ الْأَوْتَافِ عَلَى ذَلِكَ يَدْعُ غَيْرُ مُشْتَرُوعَةٍ وَ
 مِثْلَهَا مَا يَسْتَوْنَهُ إِسْقَاطَ الصَّلَاةِ وَلَوْ كَانَ لَهَا أَصْلٌ فِي الدِّينِ
 لَمَا جَعَلَهَا السَّلَفُ وَلَوْ عَلِمُوا هَذَا لَمَا أَهْمَلُوا الْعَمَلَ بِهَا وَكَيْفَ

۲۵ کتاب التعلیقات

۲۶ تفسیر المنار جلد ۸۔ ۲۷

۲۸ کتاب الروح ص ۷۰۔ ۲۹ تفسیر المنار جلد ۸ ص ۲۴۹

لَهَذَا مِنْ تَبْيِيلِ مَا لَا شَكَّ فِي جَوَازِهِ وَدُرُوعِهِ فِي كُلِّ زَمَانٍ مَنْ ذَمَّ
 اللَّهُ عَلَى بَعْضِ النَّاسِ بِمَا كَانُوا يُشْرَعُونَ قَبْلَهُ مِنْ حِكْمِ الدِّينِ
 وَأَسْرَارِهِ وَالْفَهْمِ فِي كِتَابِهِ. كَمَا قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ الْمَدَنِيِّ
 كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بَوَّيْتُ اللَّهُ عَيْنَهُ أَفْهَمَنِي الذِّكْرَانِ بَلِّغُوا
 مِنَ الْعِبَادَاتِ الْعَمَلِيَّةِ الَّتِي يَفْتَعَرُ النَّاسُ بِأَمْرِهَا فِي كُلِّ زَمَانٍ وَلَوْ
 نَعَلَهَا الصَّحَابَةُ لَتَوَفَّرَتِ الدَّرَاعِي عَلَى نَقْلِهَا بِالتَّوَاتُرِ
 الْإِسْتِقَامَةِ

”ابن جوہم نے وضاحت کی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو بھی قرآن
 پڑھ کر اور ذکر اذکار کر کے اس کا تو اب مُردوں کی طرف بھیجنے کی عادت بن گئی
 ہے اور اسی طرح پڑھنے والوں کو اجرت پر لانا اور اس مقصد کیلئے جائداد وقف کرنا
 بدعت ہے جس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح غازی معاف کر
 دینے والا حکم ہے۔ اگر اس کام کی دین میں کوئی حقیقت ہوئی تو سلف صالحین
 (صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم) اس سے ناواقف نہ رہتے۔ اور جب اس
 کو جان لیتے تو عمل کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ بعض حضرات
 کو اللہ تعالیٰ نے دین کی کچھ حکمتوں اور اسرار کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ اور انہیں قرآن
 مجید میں ایسے نکات سمجھ آئے جو گذشتہ علماء سے منقول نہ تھے۔ جیسے حضرت
 علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قرآن
 کی سمجھ عطا فرمائے) بدعت اس میں شامل نہیں ہے بلکہ وہ تو ان علی عبادات سے
 تعلق رکھتی ہے جن کا لوگ ہر زمانے میں اہتمام کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کرام نے یہ
 کام (قرآن خوانی) کیا ہوتا تو اس کے ہم تنگ تو اس سے پہنچنے کے اسباب بھی

پلے جاتے۔“

اس عمل کے باطل و مردود ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عبد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نہ تھا۔ تاہم سب صحابہ کرام کا اس سے بے خبر ہونا صاف بتاتا ہے۔ کہ یہ ”مختصر و محدث فی الدین“ ہے۔ اگر شریعت کے اند اس کے متعلق ذرا سا بھی اشارہ ہوتا تو کسی نہ کسی صحابی سے قولاً یا عملاً اس کی بابت منقول ہوتا۔ حالانکہ نہ کسی صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن خوانی کی۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی نے کی۔ چنانچہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ تو یہ فعل نہ خلیفہ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا اور نہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اگر شرعی کام ہوتا یا اس سے ثواب پہنچنے کی امید ہوتی تو وہ اس کے سب سے زیادہ متقدار تھے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے شوہر تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بھی تھے۔ اس طرح ان کے زمانہ میں کئی نیک لوگوں کی وفات ہوئی۔ مگر کسی کے لیے اس طرح ایصال ثواب نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ عمل تابعین میں مروج نہ اتباع تابعین میں حتیٰ کہ ”القرون المشہود لہا بالجبر“ میں سے کسی سے منقول نہیں ہے۔ بلکہ سلف تو یہاں تک محتاط تھے، کہ الحافظ ابن وضرار اللاندسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ حَدَّثَنَا اسَدُ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ
قَالَ كَانُوا يَجْتَبِعُونَ فَأَتَاهُمُ الْحَسَنُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا سَعِيدٍ
مَا تَرَى فِي مَجْلِسِنَا هَذَا اتُّمُّونَ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ
لَا يَطْعَمُونَ عَلَى أَحَدٍ نَحْبَتُ فِي بَيْتٍ هَذَا يَوْمًا وَفِي بَيْتٍ
هَذَا يَوْمًا فَتَقَرُّ الرِّكَابُ اللَّهُ وَنَدْعُو رَبَّنَا وَنُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لِنَفْسِنَا وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ فَتَهَيَّ
الْحَسَنُ عَنْ ذَلِكَ أَشَدَّ التَّهَيُّ - ۱۷

حافظ ابن وصال اندلسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت اسد نے حدیث سنائی انہوں نے ربیع بن ربیعؓ سے روایت کی۔ انہوں نے یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، انہوں نے فرمایا: کچھ لوگ جمع تھے۔ ان کے پاس حضرت حن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ایک آدمی نے ان سے عرض کی کہ ”جناب ابوسعید صاحب! ہماری اس مجلس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ (ہم) اہلسنت والجماعت میں سے کچھ افراد جو کسی پر تنقید نہیں کرتے، ایک دن اس شخص کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دن اُس شخص کے ہاں جمع ہوتے ہیں۔ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ اپنے لیے بھی دعا کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کے لیے بھی، (اس پر) حضرت حنؓ نے انہیں اس کام سے سختی سے منع فرمایا۔

ایسے کام کو کارِ خیر کہنا یا اچھا کام سمجھنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ اگر کارِ خیر ہوتا تو ضرور رسول اللہ علیہ وسلم ہم کو بتاتے کیونکہ آپ ہی قرآن کریم کے مفسر اور بیان کرنے والے اور اس پر عمل کرنے اور کرانے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

”وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ“

۱۷ کتب البدع والنہی عنہا ص ۱۷ باب ما یكون بدعة (قلبی نسخ)۔

۱۸ سورۃ النحل - آیت ۴۴ -

”اور یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے۔ تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و ترمیم کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔“
 وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا
 فِيهِ۔ ۱۷

”اور ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو۔ جن میں یہ بڑے دوٹوئے ہیں۔“
 پس جو بھی قرآن کریم میں حکم آیا ہے۔ اس کا طریقہ آپ نے اچھی طرح بتا دیا۔ چنانچہ۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (تم پر روزے فرض کر دیئے گئے) اِلَّا عَلَى السَّيْرِ جُجُ الْبَيْتِ (لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ بیت اللہ کا حج کریں) اور ایسی دیگر آیات کا عملی طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح بیان کر دیا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْفَعُوا الْغَيْرَ (اور نیکی کے کام کیا کریں) تو جو بھی خیر و بھلائی کا کام تھا وہ آپ نے کر کے بتا دیا۔ یا اس کی طرف اشارہ کر کے بتا دیا اور توجہ دلا دی۔ اگر مروجہ قرآن خوانی بھی خیر کا کام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز بھل نہ فرماتے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید نے شہادت دی ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَبِّينَ ۱۸ (اور وہ غیب کی باتیں بتانے میں بھل نہیں ہے)۔

۱۷ النحل آیت ۶۴۔

۱۸ النکوۃ آیت ۲۴۔

اور خاص طور پر فرمایا۔

”وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ“ ۱۷

۱۷ اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے

لیے وجہ تسکین ہوگی۔

اور میت کے لیے دعا کے جو بھی طریقے تھے وہ سب آپ نے بتلا دیئے۔ اگر یہ طریقہ بھی اللہ کے نزدیک مقبول ہوتا اور اس میں بھی میت کے لیے نفع ہوتا تو آپ ضرور بیان فرما دیتے۔ اور اس کو ہرگز نہ چھپانے کیونکہ ان بارے میں قرآنی وعید آپ کے پاس اچکی تھی کہ۔

”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ“ ۱۸

”اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق آپ نے ادا نہیں کیا۔“

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

”وَسَنُذَعِّرُكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَدَسَّيْتُهَا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَقَدْ اعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْغُزِيَّةَ وَاللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ ۖ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ“ ۱۹

۱۸ التوبہ آیت ۱۰۳، ۱۹ المائدہ آیت ۶۷

یہ صحیح مسلم کتاب الایمان باب معنی قول اللہ تبارک و تعالیٰ نزلہ آخری وحل رأی لینی

صلی اللہ علیہ وسلم ربہ بیدۃ الاسر۔

”جو آدمی یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ میں سے کچھ حصہ چھپا لیا ہے تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام لگایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔“

نیز اگر یہ نیکی کا کام ہوتا تو صحابہ کرام جو ہر نیکی میں سبقت لے جانے والے تھے۔ وہ ہرگز اس سے محروم نہ رہتے اور یہ بھی محال ہے کہ خیر و بھلائی کا کام ہم تو کر لیں۔ اور جو ابتدائی مسلمان تھے وہ اس سے محروم نہ رہیں۔“
”حاشا وکلا“

حالانکہ وہ قرآن کریم سننے اور پڑھتے رہتے تھے جس میں یہ ہے کہ
فَاَسْبِقُوا الْاٰخِلَیَّاتِ (نیکی کے معاملہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو)
وَسَارِعُوا اِلٰی مَعْفَرَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ (اور اپنے رب کی طرف سے بخشش کی طرف
لیکھو) سَابِقُوا اِلٰی مَعْفَرَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ (دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے
بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی بخشش کی خاطر)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْمُسْتَضِیِّیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَضِیِّیْنَ مِنْكُمْ

”اور ہم جانتے ہیں۔ جو تم میں سے پہلے گزرے۔ اور ہم جانتے ہیں پیچھے
رہنے والوں کو۔“

امام شافعی نے اس کام کو غیر شرعی طریقہ قرار دیا ہے۔
یہی رائے ہے امام ابن القیمؒ، امام موفق الدین ابن تہامہؒ، امام شمس الدین

بن قدامہؒ، امام شوکانیؒ، امام خازنؒ، امام سیوطیؒ رحمہم اللہ کی امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”امام شافعی اور امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے کہ اس طریقے سے (قرآن خوانی) میت کو ثواب نہیں پہنچتا۔“

اسی طرح امام ابن المہتم منفی اور ملا علی القاری اور شارح العقیدۃ الطحاویؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک میں جائز کہا ہے اور دوسری میں بدعت شمار کیا ہے۔ کتاب الفروع میں امام ابن مفلح امام احمد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

”يَذْعَرُ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ فِعْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِعْلُ أَصْحَابِهِ فَعَلِمُوا أَنَّهُ مُحَدَّثٌ وَسَأَلَهُ عَبْدُ اللَّهِ الْأُمِّيُّ رِبْنَةُ يَحْيَى مُصَحِّفًا إِلَى الْبَقِيدَةِ فَيُذْعَرُ عَلَيْهِ؛ قَالَ يَذْعَرُ“۔

”یہ کام بدعت ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے ایسا نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بعد کی ایجاد ہے۔ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا کہ ابا کرآن عید کو قبرستان میں لے جا کر اسے آپ پر پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا: یہ تو بدعت ہے۔“
مختصر یہ کہ شیخ الاسلام بھی اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کا

۱۔ الشرح الکبیر جلد ۲ ص ۲۲۵، ۲۔ نیل الاوطار جلد ۴ ص ۹۹، ۳۔ کتاب التالی جلد ۲

۴۔ ص ۲۳۳، ۵۔ الاصل ص ۳۲، ۶۔ کتاب الروح ص ۱۳۵، ۷۔ فتح البدر جلد ۲ ص ۳۰

۸۔ شرح الفقہ الاکبر ص ۱۳، ۹۔ شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۳۹، ۱۰۔ تفسیر المنار جلد ۲ ص ۳۹

”لا ینبغی“ (مناسب نہیں) کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نہ کرنا ہی افضل ہے اور ہمارے لیے اتنی اس کی شہادت کافی ہے کہ یہ عمل سلف میں نہیں تھا۔ اور امام ترمذی اہل العلم کا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”يَقُولُونَ لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ إِلَّا الصَّدَقَةُ“

وَالدُّعَاءُ ۝

» اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ ”صدقہ اور دعا کے علاوہ میت کو کسی چیز کا ثواب نہیں پہنچتا۔“

پس یہ بات واضح ہو گئی کہ محدثین اور ائمہ دین کا یہی مسلک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اختلاف کی صحت میں یہی حکم دیا ہے کہ:

رَمَّا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۝

اور جس کسی بات میں بھی تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے۔“

قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: أَيْ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا.
”یعنی دینی معاملے میں۔“

وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ: ”وَأُمُورُ التَّشْرِيعِ إِنَّمَا تُتَكَلَّمُ مِنْ بَيِّنَاتِ اللَّهِ“

”شرعی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی وضاحت قبول کی جائے گی۔“
وَقَالَ النَّسْفِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى:

۱۔ سنن الترمذی کتاب الزکوٰۃ باب الصدقة عن الميت، ۱۰۔ الشوریٰ بیت ۱۰

۲۔ زاد المسیر جلد ۲، ص ۲۰۰، ۱۰۔ احکام القرآن للقرطبی جلد ۶، ص ۲۰۰

”اَنِ حُكْمُ ذٰلِكَ الْمُخْتَلَفِ فِيهِ مُقَوَّضٌ اِلَى اللّٰهِ“ ۱
 ”یعنی اس اختلاف نے معاملے کا حکم اللہ کے سپرد ہے۔“
 حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ۲
 ”اَنِ كُلِّهَا اُخْتَلَفَتْ فِيهِ مِنَ الْاُمُورِ. وَهٰذَا عَامٌّ
 فِيْ جَمِيعِ الْاَشْيَاءِ فَحُكْمُهُ اِلَى اللّٰهِ اِنِّىْ هُوَ الْحَاكِمُ فِيْهِ
 بِكِتَابِهِ وَسُنَّتِهِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...“
 ”یعنی خواہ تمہارا جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو جائے یہ حکم تمام اشیاء
 میں عام ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یعنی وہ اپنی کتاب
 میں یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کا فیصلہ فرمائے گا۔“
 امام شوکانی کی بھی یہی رائے ہے ۳ نیز فرمایا کہ:
 ”فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۝“
 ”اگر تمہارے درمیان کسی بات پر نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ اور
 اس کے رسول کی طرف یلٹا دو۔“
 یہاں بالاتفاق قرآن و حدیث کی طرف رجوع مراوے۔
 امام ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے
 ہیں کہ ۴۔
 ”هٰذَا اَمْرٌ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ تَنَازَعَ النَّاسُ

۱ المدارک جلد ۳ ص ۵۱ ، ۲ تفسیر القرآن العظیم جلد ۳ ص ۵۱

۳ فتح القدیر جلد ۳ ص ۵۵ ، ۴ النہای ص ۵۹

۵ اعلام الموقعین جلد ۱ ص ۳۳ ، ۶ تفسیر القرآن العظیم جلد ۱ ص ۵۵

فِيهِ مِنَ الصُّلُوحِ الَّذِينَ دُرُّوا فِيهِ أَنْ يُرَدَّ التَّنَافُعُ فِي ذَلِكَ إِلَى الْكِتَابِ
وَالسُّنَّةِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ
إِلَى اللَّهِ فَإِنَّمَا حُكْمُهُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَرَشِيدُهُ بِالصَّحَابَةِ نَهْوُ
الْحَقِّ وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ وَلَقَدْ أَقَالَ: رَأَيْتُمْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَفَيُرَدُّ الْخُصُومَاتُ وَالْيَحْيَاءُ لَا تَكُنَّ
إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ فَتَحَا كُنْتُمْ إِلَيْهِمَا فِيمَا شَجَرَ بَيْنَكُمُ
إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَنَدُّ عَلَى أَنْ مَنْ لَمْ
يَتَحَا كُنْتُمْ فِي مَحَلِّ الشَّرَاحِ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمَا
فِي ذَلِكَ فَلَيْسَ صَوِّدًا بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

”یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ لوگ جس کسی چیز میں آپس میں اختلاف
کریں۔ خواہ اختلافات اصول دین سے متعلق ہوں یا فروع دین سے۔ اس
اختلاف کے فیصلے کے لیے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔“

”تمہارا جس چیز میں اختلاف ہو جائے اس کا حکم اللہ کی طرف ہے۔“ اور
جو فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کر دے۔ صرف
دی حق ہے اور حق کے علاوہ جو کچھ ہے صرف گمراہی ہی ہے اس لیے اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”اگر واقعی تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی اختلاف
اور نادانی کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
تلاش کرو۔ پھر ان دونوں سے اس کا فیصلہ کراؤ۔ اگر واقعی تم اللہ اور آخرت
کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جو

آدمی اختلاف کے موقع پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے فیصلہ نہیں کروانا اور نہ ہی اس معاملہ میں ان کی طرف رجوع کرتا ہے۔ گویا کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔

اب اس فیصلے کے لیے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ قرآن کریم نے یہ خبر دی ہے کہ دین کامل ہے اور حدیث شریف سننے پر خبر دی ہے کہ کوئی نئی چیز دین میں داخل نہیں ہو سکتی۔ پس فیصلہ کی صورت بھی یہی ہوگی کہ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کریں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں لہذا حق پر صرف وہی ہیں جو اس کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اس فعل کا انکار کرنے والے ہیں۔

”فَمَاذَا بَعَدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ“ ۱

”حق کے بعد مگر ابی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔“

لہذا اقوال پر قناعت کرنا ہمارا مذہب نہیں ہے بلکہ ہم مامور ہیں کہ ہر اختلاف کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی بات کو نہ لیں۔

چنانچہ (اصحاب القول) میں سے کوئی بھی دوسرے کی بنسبت اتباع کا زیادہ مستحق نہیں ہے۔

بلکہ اصل یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں۔

(۱) صدقہ اور دعا کا بھیجنا شرعی دلیل سے ثابت ہے جبکہ ”قرآن خوانی“ کے بارے میں نفوس کے اندر کوئی اشارہ تک نہیں۔ پس اس مسئلہ میں ایسے اقوال پیش کرنا قیاس ہے نہ کہ استدلال ہے اور محدثین کے نزدیک قیاس شرعی دلیل نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کتاب الاعتصام میں متعدد ابواب قیاس کے رد میں تحریر فرمائے ہیں مزید تفصیل کے لیے کتاب الاحکام اور النہی لابن حزم اور ارشاد الفحول لاشوکانی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) یہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے اور قیاس ظن ہے۔ جس سے اعتقاد و پراسدلال کرنا صحیح نہیں۔

(۳) یہ قیاس نفوس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ائمہ صفحات میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور ایسا قیاس بالاجماع باطل ہے۔

(۴) یہ قیاس مع الفارق ہے۔ دعا مانگنے والے کا کام مخصوص میت کے حق میں دعا کرنا ہے نہ کہ اس دعا کا ثواب میت کو ارسال کرنا ہے۔ اسی طرح صدقہ بھی عام نہیں۔ بلکہ جو کچھ احادیث میں مذکور ہے۔ وہ صدقہ اس میت کی طرف سے کیا جاتا ہے نہ کہ خود اپنی طرف سے صدقہ کرے۔ پھر اس کا ثواب میت کی روح کو بخشا رہے۔ واضح رہے کہ قیاس مع الفارق سب کے نزدیک متقابل قبول ہے۔

(۵) نامکین قیاس ہر اس مسئلہ میں قیاس کرتے ہیں جو کہ شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو۔ جبکہ یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ سب مسائل قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

تَبَايَا اَنَا لِكُلِّ شَيْءٍ لِّهُ بَرِّ حَنِيزٍ كِي صَافٍ وَصَافَةٍ كَرِيَالِي هِي

قرآن و حدیث سے ثابت ہے لہذا قیاس کی ضرورت نہیں رہی۔
جن کاموں کے کرنے پر ثواب یا چھوڑنے پر گناہ لازم آتا ہو ان کا قرآن و
حدیث سے ثبوت ملنا ضروری ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں کوئی نص نہیں اور نہ
ہی کوئی ثبوت ہے لہذا یہ ناقابل قبول ہے۔

اس کا ثابت نہ ہونا ہی اس کے ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے۔
”مَنْ ادَّعى خِلَافَ ذَٰلِكَ فَعَلَيْهِ الْبَيِّنَاتُ بِالْبُرْهَانِ“
ایسے اعمال میں قیاس و آراء کا تصرف نہیں چل سکتا۔ لہذا صدقہ
یا دعا پر اس کو قیاس کرنا ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ یہاں نص کی ضرورت ہے اور
وہ موجود نہیں ہے۔

اس فعل کو مندوب یا مستحب کہنا بھی تشریح (نئی شریعت
بنانا) ہے کیونکہ مستحب کی تعریف یہ ہے۔ امام الحرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں کہ:-

”السُّتَحَبُّ اسْعُرْلِمَا شَرَعَ فِي يَادَهُ عَلَى الْفَضْلِ
فَالْوَجِبَاتُ وَقِيلَ الْمُسْتَحَبُّ مَا رَغِبَ فِيهِ الشَّارِعُ
وَلَوْ يُؤْجِبُهُ“۔^۱

”مستحب شریعت کے اس کام کو کہتے ہیں جو فرض اور واجب سے زیادہ
ہو اور دوسری رائے یہ ہے کہ مستحب سے مراد وہ کام ہیں جن کی شارع صلی اللہ
علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہو اور ان کو واجب قرار نہ دیا ہو۔
اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-

وَالنَّدْبُ أَمْرٌ يَخْلُقُ فِي الْعَرْشِ إِلَّا أَنْ نَأْجِلَهُ
مَاجُورٌ

”ستھب وہ کام ہے جس کے چھوڑنے کی کواہانت ہو لیکن کرنے والے کو ثواب بھی ملے“

اگر کسی چیز کا ثواب بنانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام ہے۔ اگر کسی دوسرے کو اللہ آپ کا عمل ہی موجب ثواب ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

”در حقیقت تم تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کا امیدوار ہے“

اور جو بھی ثواب کے کام تھے وہ سب آپ نے قولاً یا فعلاً تفصیل سے بتا دیئے۔ پس جب ایسے کام کیلئے ثبوت نہیں ہے اب کسی کو حق نہیں کہ اس کو مرغوب یا موجب ثواب سمجھے۔ ایسا کرنا شریعت بنانا ہے اور نبی کے علاوہ کسی اور کے کہنے یا اس کے عمل کو مستحب یا کار ثواب کہنا مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی ضد میں آتا ہے:

أَمْرٌ لَهُمْ شَرٌّ كَوْنًا أَوْ نَصْرًا لِّهَؤُلَاءِ الْفَاسِقِينَ مَا كُنْ
يَأْذَنُ بِهِ اللَّهُ

”کیا ان لوگوں نے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کو دین کا وہ راستہ بتاتے ہیں جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا“

- ہر ایک کو اپنا ہی عمل کام آئے گا۔ لہذا قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسئلہ ایصالِ ثواب میں دراصل بعضوں نے افراط کیا اور بعضوں نے تفریط۔ چنانچہ معتزلہ نے بالکل ہی انکار کر دیا۔ کہ کسی چیز کا بھی ثواب نہیں پہنچتا اسی طرح خوارج کے ایک فرقہ ”الاضنیۃ“ کا بھی کہنا ہے۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں یہی رائے نقل کی ہے۔ عظیم اہل اس کے برعکس اہل رائے نے تو یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہر چیز کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور سب جائز ہے۔ اول الذکر گروہ نے صرف ان دلائل کو کیا جن سے ثواب پہنچنے کی نفی ہوتی ہے اور ایسے دلائل پر غور نہیں کیا جن سے وصولِ ثواب ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ:-

”أَفْتَوْهُمُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ“

بِبَعْضٍ ۛۛ

”کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصے سے انکار

کرتے ہو؟“

اس خطاب کے تحت آتے ہیں۔ اسی طرح اہل الرأی نے صرف چند ایسے دلائل جن میں بعض اشیاء کے ثواب پہنچنے کا ذکر ہے۔ ان کو دیکھ کر عام دروازہ کھول دیا ہے اور ایسے دلائل کا لحاظ نہیں کیا جن سے مانعت ثابت ہوتی ہے۔

لے تیس اہلس۔ مۛ

لے سمت البقرة۔ آیت ۵۵

۳۴

بلکہ ان کی بیکار تاویلات کیں جبکہ سب دلائل رماننا اور سب پر عمل کرنا ہی صحیح اور حق مذہب ہے۔ اب ہم ابتداء میں وہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک کو اپنا ہی عمل نفع دے گا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ. وَأَن سَعَيْهِ“

سَوَفَ يَجْزِي. تَخَوُّعُ جُزْءِ الْجَزَاءِ الْأَوَّلِيِّ۔ ۱۷

”اور نہیں واسطے انسان کے مگر جو اس نے سعی کی اور عنقریب ان کی سعی دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

یہ آیت اس باب میں نص ہے کہ کسی کو بھی دوسرے کا عمل فائدہ نہ دے گا۔ صرف اس کا اپنا عمل جو اس کی اپنی کوشش ہے وہی کام آئے گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”يَقُولُ جَلَّ شَأْنُهُ أَذْكَرُ مِنْبَأًا أَنَّهُ لَا يُجَازِي عَامِلٌ

إِلَّا بِعَمَلِهِ خَلِيلًا كَانَ أَوْ شَرًّا“

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آیا اس آدمی کو نہیں بتایا گیا تھا کہ ہر کارکن کو

اس کے اپنے ہی کام کا بدلہ ملے گا خواہ اچھا کرے یا بُرا کرے؟“

اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”أَمَى كَمَا لَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ وَذُرْغَائِهِ كَذَلِكَ

لَا يَحْصِلُ مِنَ الْأَجْرِ إِلَّا مَا كَسَبَ هُوَ لِنَفْسِهِ۔“

۱۷ مسند النجم۔ آیت ۳۵-۳۶۔

۱۸ تفسیر طبری جلد ۲۸ ص ۴۴۷ ابن کثیر۔ جلد ۴ ص ۲۵۵

” جس طرح وہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ اسی طرح وہ اپنی محنت کے علاوہ کوئی اجر بھی نہیں پاتا۔“

اور امام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-

”وَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ التَّوْبِيلِ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَا يَنْفَعُ أَحَدًا عَمَلُ أَحَدٍ وَاجْتَمَعُوا عَلَى أَنَّهُ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ ۖ“

” اکثر اہل علم کہتے ہیں یہ آیت محکم ہے (منسوخ نہیں) کسی کے کام کرنے سے دوسرے کو فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کوئی کسی دوسرے کی طرف سے نماز ادا نہیں کر سکتا۔“

امام حبال الدین المحلی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

”أَيُّ أَنَّه لَا تُحْمَلُ لِنَفْسٍ ذَنْبٌ غَيْرَهَا وَ” أَنْتَ“
”أَيُّ أَنَّه لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى مِنْ خَيْرٍ فَلَيْسَ لَهُ مِنْ سَعْيِهِ غَيْرُهُ الْخَيْرُ شَيْءٌ“

” کوئی ذات بھی کسی دوسرے کے گناہ برداشت نہیں کرے گی اور انسان کے حصے میں صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے محنت کی۔ یعنی کرنیک کام کیا کسی دوسرے کی نیکی سے اسے کچھ نہ ملے گا۔“

اور امام شوکانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

”وَالْمَعْنَى لَيْسَ لَهُ إِلَّا أَجْرُ سَعْيِهِ وَحِزَاءُ“

۱۱۳ تہ تفسیر احکام القرآن للقرطبی۔ جلد ۱، ص ۱۱۳

۱۱۴ تہ جلالین جلد ۲ ص ۳۳۲ (المصری)

عَنْهُ وَلَا يَنْفَعُ أَحَدًا عَمَلُ أَحَدٍ ۝

”اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو صرف اپنی محنت کا اجر ملے گا۔ اپنے ہی عمل کی جزاء اور کسی کا عمل کسی دوسرے کو فائدہ نہیں دے گا۔“

اور یہی آیت کریمہ (وَكَانَ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى) امام شافعی رحمہ اللہ کی اس مسئلہ پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس کا تذکرہ ابتداء بحث میں گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہر لحاظ سے مسلم ہے جیسا کہ اہل السنۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے مندرجہ ذیل قول سے واضح ہے۔

”امام شافعی چار چیزوں کے فلا سفر تھے، لغت، اختلاف الناس، علم معانی اور فقہ ۲“

اور یہ آیت عام ہے اور حکم بھی واضح ہے کہ کسی کا عمل کسی دوسرے کو کام نہیں آسکتا، جب تک اس کا اپنا عمل یا کوشش نہ ہو۔ متعدد دیگر آیات سے بھی یہی مفہوم واضح اور روشن ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

”وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۝“

وَزِدَّ أَخْرَىٰ ۝

”ہر نفس نے جو عمل کیا وہ اس پر ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

۱ فتح القدیر جلد ۵ ص ۱۱۱ یہی مفہوم فتح البیان جلد ۹ ص ۱۳ میں ہے۔

۲ معرفۃ السنن والآثار جلد ۱ ص ۳۲ - قلمی۔

۳ حدیث الاغنام - آیت ۱۱۵۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:-
 "أَيُّ لَا يُؤْخَذُ سِوَاهَا بِعَمَلِهَا وَقِيلَ الْمَعْنَى إِلَّا عَلَيْهَا عِقَابُ
 مَعْصِيَتِهَا وَلَهَا ثَوَابُ طَاعَتِهَا" ۱؎ مبراغی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-
 وَالْخُلَاصَةُ أَنَّ الدِّينَ أَدْنَى نَأْنِ أَنْ نَجِدْ عَلَى مَا
 أَوْضَعَتْهُ الْفِطْرَةُ فِي النَّفْسِ مِنْ أَنَّ سَعَادَةَ النَّاسِ وَشِقَاؤَهُمْ
 فِي الدُّنْيَا بِأَعْمَالِهِمْ وَالْعَمَلُ يُؤْتِدُ فِي النَّفْسِ التَّأْثِيرَ الَّذِي
 يُذَكِّرُهَا إِنْ كَانَ صَالِحًا أَوِ التَّأْثِيرَ الَّذِي يُدَسِّسُهَا وَيُفْسِدُهَا
 إِنْ كَانَ مُسِيئًا وَالْحَبَاءُ مَبْنِيٌّ عَلَى هَذَا التَّأْثِيرِ فَلَا يَنْتَفِعُ
 أَحَدٌ وَلَا يَتَصَدَّرُ بِعَمَلٍ غَيْرِهِ" ۲؎
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ:-

" دین نے ہماری اس بات کی طرف رہنمائی کی ہے کہ ہم حسبِ فطرت
 عمل کریں۔ کیونکہ لوگوں کی سعادت و شقاوت ان کے عملوں پر منحصر ہے۔ اور
 عمل ہی نفسِ انسان میں ایسی تاثیر پیدا کرتا ہے جس سے وہ پاک ہو سکے بشرطیکہ
 وہ عمل نیک ہو اور اگر عمل برا ہو تو یہی نفس کو خراب بھی کرتا ہے اور جزاء کا دار ۱؎
 اسی تاثیر پر مبنی ہے لہذا کوئی آدمی کسی دوسرے کے عمل سے نہ فائدہ اٹھاتا
 ہے اور نہ نقصان ۲؎
 "تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَهُمَا مَا كَسَبَتْ" ۳؎

۱؎ زاد المسیر جلد ۳ ص ۱۶۲

۲؎ تفسیر المبراغی جلد ۸ ص ۹۶۔ یہی مفہوم تفسیر النار جلد ۸ ص ۱۴۶ میں بھی ہے۔

۳؎ سورت البقرة۔ آیت ۲۸

”یہ ایک امت تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔“

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔
 ”لَمَّا عِنْدَ اللَّهِ مَا كَسَبْتُ مِنْ خَيْرٍ فِي أَيَّامِ حَيَاتِي تَقَاوَعَلَيْهَا
 مَا كَسَبْتُ مِنْ شَرٍّ لَا يَنْفَعُهَا غَيْرُ صَالِحِ أَعْمَالِهَا وَلَا يَضُرُّهَا
 إِلَّا سَيِّئُهَا۔“ ۱۵

”اس نے جو اپنی زندگی میں نیک کام کیا اس کا اجر اس کے لیے ہے اور جو برائی کی اس کی ذمہ داری بھی اسی کے ذمے ہے۔ اسے صرف اپنے نیک عمل کا اجر ملے گا اور اپنے ہی بُرے اعمال نقصان دیں گے۔“
 امام رازی فرماتے ہیں کہ:۔

”يَذُلُّ عَلَى أَنْ كَسَبَ كُلِّ أَحَدٍ يَخْتَصُّ بِهِ وَلَا يَنْتَفِعُ
 بِهِ غَيْرُهُ۔“ ۱۶

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر آدمی کی محنت کا فائدہ اسی کو ہوگا۔ کوئی دوسرا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔
 امام راعب نے فرمایا:۔

”فَلَيْسَ لَكُمْ ثَوَابٌ فَعَلْتُمْ وَلَا عَلَيْكُمْ عِقَابُكُمْ۔“
 ”چنانچہ نہ تو تمہیں ان کے اعمال کا ثواب ملے گا اور نہ ہی ان کے کام کی سزا تمہیں مل سکتی ہے۔“

۱۵ تفسیر ابن جریر جلد ۱ ص ۵۶

۱۶ تفسیر الرازی جلد ۱ ص ۴۵ - ۳ تفسیر القاسمی جلد ۲ ص ۲۷

اور تفسیر نفی میں ہے:

”أَمْ أَنَا أَحَدٌ إِلَّا يَنْفَعُهُ كَسْبُ غَيْرِهِ مُتَقَدِّمًا كَانَ أَوْ
مُتَأَخِّرًا فَلَمَّا أَنَّ أُولَئِكَ لَا يَنْفَعُهُمْ إِلَّا مَا كَسَبُوا فَكَذَلِكَ
أَنْتُمْ لَا يَنْفَعُكُمْ إِلَّا مَا كَسَبْتُمْ وَذَلِكَ لِأَيِّ قِتْحَارٍ أَبَاؤُكُمْ“

”یعنی کہ کسی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ خواہ وہ پہلے آئے یا بعد میں۔ اسی طرح ان کو فائدہ نہیں دیتا مگر جو کچھ انہوں نے کمایا۔ اسی طرح تمہیں بھی صرف تمہارا اپنا کیا کام آئے گا۔ اسی لیے باپ دادا کی بنا پر کوئی فخر نہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ۱۔

بَيِّنَاتٌ لِحَالِ تِلْكَ الْأُمَّةِ وَحَالِ الْمُحَاظِبِينَ بِأَنَّ لِكُلِّ مَنِ
الْفَرِيقَيْنِ كَسْبُهُ وَلَا يَنْفَعُهُ كَسْبُ غَيْرِهِ وَلَا يَنَالُهُ مِنْهُ
شَيْءٌ وَلَا يَضُرُّهُ ذَنْبُ غَيْرِهِ وَالْمُؤَادُّونَ كَوَلَا تَنْتَفِعُونَ
بِحَسَنَاتِهِمْ وَلَا تُؤْخَذُونَ بِسَيِّئَاتِهِمْ“

”یہ اس امت اور مخالف امت کا حال ہے۔ ہر گروہ کے لیے اس کی اپنی کمائی ہے، دوسرے کی محنت کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے کوئی حصہ ملے گا اور نہ دوسرے کے گناہ سے اس کو نقصان ہوگا۔ ان کا مفہوم یہ ہے کہ نہ تمہیں ان کی نیکیوں سے فائدہ ہوگا اور نہ ہی ان کے گناہوں کی وجہ سے تمہیں پکڑ ہوگی۔“

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:-

أَفَادَتْ أَنَّ أَحَدًا إِلَّا يَنْفَعُهُ كَسْبُ أَحَدٍ بَلْ هُوَ مُحْتَصَصٌ

”اس کا معنی ہے کہ کسی کو دوسرے کی کمائی کا فائدہ نہ ہو گا بلکہ وہ اس کے ساتھ خاص ہے۔ اگر نیک کام کیا تو نیک ہی نیک اور اگر بُرا کام کیا تو بُرا ہی بُرا۔“

”اور جو کچھ تم بھلائی (مال) سے خرچ کرو پس تمہاری جانوں کے لیے نفع مائرمے۔“

نَهَوْنَا أَنْفُسَكُمْ لَا يَنْفَعُ بِهِ غَيْرُكُمْ ۚ

وَهَكَذَا فِي الْبَيْضَاوى ^{١٤٢} _{وَرَسَّ} وَالْجَبَل ^{٢٢٥} _{١٢}. وَالْحَمْدُ

”تم بہتر مال سے جو خرچ کرو گے اس کا فائدہ صرف تمہیں ملے گا کسی دوسرے کو نہیں۔“

۴۰۰. إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا

”محرمِ حجابیٰ کرو گے تو اپنی جانبوں کے لیے حجابیٰ کرو گے اور اگر بُرائی کرو گے تو وہ بھی انہیں کے واسطے ہے۔“

امام بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

١٤ فتح القدير عليه ١٢٦ ، ٢٤ سورة البقرة ، آيت ٢٤

۳ تفسیر السنی جلد ۱ ص ۱۳۶ - یہی مفہوم تفسیر بیضاوی ص ۱۶۲ - تفسیر الجبل جلد ۱

۱۲۵ میں موجود ہے۔ تفسیر العیسیٰ ﷺ سے سمت الاسرار، آیت ۷۔

۴۱

”لَا تَكُفُّرُ إِنَّمَا تَتَفَعَّلُونَ بِفَعْلِكُمْ مَا تَفْعَلُونَ مِنْ ذَلِكَ
 أَنْفُسُكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ ۱۷
 ”اس لیے کہ جو کام بھی تم خود کرو گے دنیا اور آخرت میں اس سے خود ہی
 فائدہ اٹھاؤ گے“

الامام القرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 ”أَمَّا نَفْعُ إِحْسَانِكُمْ عَائِدٌ عَلَيْكُمْ“ ۱۸
 ”تمہاری نیکی کا بدلہ تمہاری طرف ہی پلٹ آئے گا“
 امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-
 ”أَمَّا عَائِدَةُ الطَّاعَةِ لَكُمْ“ ۱۹
 اطاعت کا انجام تمہارے حق میں بہتر ہے
 صاحب خازن فرماتے ہیں کہ:-

”يَعْنِي لَهَا ثَوَابُهَا وَجَزَاءُ حَسَنَاتِهَا“ ۲۰
 ”ہر ذات کو اس کی نیکیوں کا ثواب ملے گا“
 اور امام الصغریٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

”وَالصَّحِيحُ أَنَّهَا عَلَى بَابِهَا إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْصِمُ
 وَالْعَامِلُ مُخْتَصٌّ بِجَزَاءِ عَمَلِهِ حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ سَيِّئَةً
 يَعْنِي إِنَّ الْإِحْسَانَ وَالْإِسَاءَةَ كُلَاهُمَا مُخْتَصٌّ بِأَنْفُسِهِمَا“

۱۷ تفسیر ابن جریر جلد ۱ ص ۲۴

۱۸ احکام القرآن للقرطبی جلد ۱۰ ص ۲۱۰۔ یہی رائے امام شوکانی نے جلد ۲ ص ۲۴۲ میں بیان کی ہے۔

۱۹ زاد المبرر جلد ۵۔ ص ۵۸ ، ۵۹ تفسیر خازن جلد ۴۔ ص ۳۸

لَا يَتَعَدَّى النَّفْعُ وَالضَّرَرُ إِلَى غَيْرِ كُمْ ۝

”یہ صحیح یہی ہے کہ یہاں لام اپنے اصل معنی میں استعمال ہوا ہے اس لیے کہ لام میں خاص کر دینے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یعنی کام کرنے والے کو ہی اس کی جزاء ملے گی خواہ کام نیک ہو یا بُرا۔ یعنی بُرائی اور اچھائی تمہارے ہی لیے ہے اس کا نفع یا نقصان کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔“

۵۔۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۝

”جو کوئی اچھا کام کرتا ہے۔ وہ اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے۔ اور جو کوئی بُرا کام کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوگا۔“

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ۱۱

”فَلِنَفْسِهِ عَمِلَ ذَلِكَ الصَّالِحُ مِنَ الْعَمَلِ وَطَلَبَ خَلَامَهَا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَأَطَاعَ رَبَّهُ لِأَلَّا يَغْيُرَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ لَا يَنْفَعُ ذَلِكَ غَيْرُكُمْ... وَكَمْ يَضُرُّ أَحَدًا سِوَى نَفْسِهِ“

”اس نے اپنی ذات کی خاطر یہ نیک عمل کیا۔ اور اللہ کے عذاب سے نجات چاہی۔ اور اپنے رب کی اطاعت کی۔ کسی اور مقصد کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنے مقصد کی خاطر... اور اپنے سوا کسی دوسرے کا نقصان نہیں کر سکتا۔“

امام الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۱۲

۱۔ تفسیر النبی جلد ۳ ص ۱۵۰ - یہی معنی تفسیر الجمل جلد ۲ ص ۶۳۱ میں ہے۔

۲۔ الباقیہ آیت ۱۵، ۱۱ تفسیر ابن جریر جلد ۲ ص ۱۳۱

۳۔ فتح القدیر جلد ۲ ص ۵۰

۴۳

وَقَوْلَابُ ذَلِكَ رَاجِعٌ إِلَيْهِ وَلَفَعُهُ خَاصٌّ بِهِ وَمِنْ أَسَاءِ
فَعْلَيْهَا أَيْ عِقَابُ إِسَاسِهِ عَلَيْهِ لَا عَلَى غَيْرِهِ

» اس کا ثواب بھی اسی کی طرف پلٹے گا اس کا فائدہ بھی اسی کو پہنچے گا۔ اور جو بُرا کام کرے تو اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا۔ یعنی بُرائی کی سزا بھی خود اسی کو ملے گی کسی دوسرے کو نہیں۔

ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ہر عامل کا عمل خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ اس کا بدلہ اس کے اپنے لیے ہے۔ یہ عام اور جنرل قانون ہے کہ اگر کسی آیت یا صحیح حدیث میں کسی چیز کے نفع پہنچنے کا ذکر ہے۔ تو وہ اس عموم سے خاص سمجھا جائے گا اور یہ محدثین و فقہاء کا اصول ہے۔ بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو۔

امام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-

«اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ تَخْصِيصُهُ رِكَابَ (اللَّهِ)
بِحَدِيثٍ ضَعِيفٍ»۔^۱

» اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کی تخصیص ضعیف حدیث سے جائز نہیں۔

ہاں اگر حدیث صحیح ہے تو وہ حکم اس عام حکم سے مخصوص سمجھا جائے گا۔
امام الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

«وَالْمَعْنَى لَيْسَ لَهُ إِلَّا أَجْرُ سَعْيِهِ وَجَزَاءُ عَمَلِهِ وَلَا يَنْفَعُ

۱۔ احکام القرآن للقرطبی جلد ۲ ص ۲

۲۔ فتح البدر للشوکانی جلد ۵ ص ۱۱

وَالْبَعْنَى لَيْسَ لَهُ إِلَّا أَجْرُ سَعْيِهِ وَجَزَاءُ عَمَلِهِ وَلَا يَنْفَعُ أَحَدًا
عَمَلٌ أَحَدٍ وَهَذَا الْعُمُومُ مَخْصُوصٌ بِمِثْلِ قَوْلِهِ تَعَالَى وَالْعَقَنَاءُ بِهِمْ
ذُرِّيَّتَاهُمْ وَبِمِثْلِ مَا وَرَدَ فِي شَفَاعَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْبَلَاءِ لِلْعِبَادِ وَشُرُوعِيَّةِ
دَعَا الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَلَوْ يُصِيبُ مَنْ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ
مَنْسُوخَةٌ بِمِثْلِ هَذِهِ الْأُمُورِ كَانَ الْحَاضِرُ لَا يَنْسُخُ الْعَامُّ بَلْ يَخْصُّهُ
فَكُلُّ مَا قَامَ الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الْإِنْسَانَ يَنْتَفِعُ بِهِ هُوَ مِنْ غَيْرِ سَعْيِهِ كَانَ
مُخْصَصًا لِمَا فِي هَذِهِ الْآيَةِ مِنَ الْعُمُومِ لَهُ وَهَكَذَا قَالَ النَّوَابِ
صَدِيقُ حَسَنِ خَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ ۛ

”اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو صرف اپنی نعمت و کوشش کا صلہ ملے گا
اور اپنے کام کی جزاء ملے گی۔ کوئی کسی دوسرے کے کام سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا
یہ عموم اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ مخصوص ہے اور ہم نے ان کے بچوں
کو بھی ان سے ملادیا، اور اسی طرح جو انبیاء اور ملائکہ کی بندوں کے حق میں
سفارش ہے اور زندوں کا مردوں کے حق میں دعا کرنے کا حکم ہے۔ اس آدمی
کی بات درست نہیں جو یہ کہے کہ ان امور کی وجہ سے یہ آیت منسوخ ہو چکی
ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خاص عام کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ بلکہ خاص کو دیتا ہے
جس جگہ بھی یہ بات ثابت ہو جائے کہ انسان کسی دوسرے کے کام سے فائدہ
اٹھاتا ہے تو وہ اس عام آیت سے مخصوص ہوگا۔ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ
کی بھی یہی رائے ہے۔

یعنی اصل عام حکم منع کے لیے آیا ہے اور جس عمل کے لیے دلیل آجائے

گی اس کو اس عام سے خاص کیا جائے گا۔ اور اگر دلیل نہیں ہوگی تو تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ اسی قاعدے کی بناء پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”لَا تَأْتِي الْأَصْلَ عَدَمُ النِّيَابَةِ فِي الْعِبَادَةِ الْبَدَنِيَّةِ وَلَا لَهَا عِبَادَةٌ لَا تَدْخُلُهَا النِّيَابَةُ فِي الْحَيَاةِ فَكَذَلِكَ فِي الْمَوْتِ إِلَّا مَا دَرَدَ الدَّلِيلُ فَيَقْصُرُ عَلَى مَا وَرَدَ فِيهِ وَيَبْقَى الْبَاقِي عَلَى الْأَصْلِ وَهَذَا هُوَ الرَّاجِعُ“۔

”اصل اور قاعدہ تو یہی ہے کہ بدنی عبادت میں نیابت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ یہ ایسی عبادت ہے جس کی زندگی میں نیابت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح موت کے بعد بھی۔ (الایہ کہ دلیل آجائے۔ اور جس قدر دلیل ہوگی وہاں تک معاملہ رہے گا۔ اور باقی اپنے اصل پر رہے گا۔ اور یہی طریقہ راجع ہے۔“

اس قاعدہ کی بناء پر فیصلہ یہ رہا کہ چونکہ اس عمل (قرآن خوانی) کا کسی آیت یا حدیث سے ثبوت نہیں ملتا ہے۔ لہذا اس عموم کے تحت رہے گا اور اس کا کرنا ناجائز اور قوانین الہیتہ کے تحت ناممکن سمجھا جائے گا۔ اور جو اس کے قائل ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عمل کیا یا بتلایا ہے۔ ورنہ ان کی بات بلا دلیل ہوگی اور شریعت کا کوئی حکم بلا دلیل ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جو حدیث امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس میں تین کاموں (اولاد کی دعا، صدقہ جاریہ اور علم کا ذکر ہے)۔ وہ کام بھی حقیقت میں اس کے

اپنے کب و محل کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور اشیاء بھی احادیث میں مذکور ہیں جن کو جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کیا ہے۔ فرمایا:

إِذَا مَا ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجُوزُ عَلَيْهِ مِنْ أَعْمَالٍ غَيْرُ عَشْرِ
عُلُومُ بَيْنَهَا وَدَعَاءُ تَحِلُّ
وَرِثَةُ مُصْحَفٍ وَرَبَاطُ تَغِيرٍ
دَعْوُوسُ النَّخْلِ وَالصَّدَقَاتُ تَجُوزُ
حَقُّ الْيَتَامَى وَاجْتِرَاءُ نَهْرٍ
إِلَيْهِ أَوْ بِنَاءُ فَحْلٍ ذِكْرُ
وَرَدَا أَيْضًا قَالَ

و تعلیم و لقمان کریم فَخُذْهَا مِنْ أَحَادِيثَ بِحَضَرِ
”جب انسان مرجع ہے تو دس کاموں کے علاوہ کسی کام کا اجر ملے گا نہیں رہتا۔ علم پھیلایا ہو، اولاد کی دعا ہو، ڈسٹے کے لیے، درخت لگائے ہوں، قرآن کے نسخے میراث میں ہوں اور کنواں کھودا ہو یا نہر جاری کی ہو اور مسافر کے لیے رہائش گاہ بنائی ہو۔ یا ذکر اذکار کے لیے جگہ (مسجد وغیرہ) بنائی ہو۔ اور ایک دوسرے شعر میں فرمایا:

اور قرآن کی تعلیم دی ہو۔ بس یہی کام حدیث سے ثابت ہیں۔
ان گیارہ اشیاء پر سیوطی رحمہ اللہ نے حصر کا حکم لگایا ہے اور یہ سب دراصل اس کے اپنے اعمال و سعی ہے۔ اس طرح حدیث کے الفاظ ”القطع لک“ بھی اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ باوایل صریح عموم سے کسی امر کو خاص نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغور مطالعے سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ انسان کو صرف اپنا عمل ہی فائدہ دے سکتا ہے اور وہی

نجات کا سبب بن سکتا ہے۔

زندگی بھر قرآن و حدیث کی بے لوث خدمت کرنے والے مفسرین و محدثین کرام رحمہم اللہ کے اقوال نے اس بات کو مزید واضح کر دیا ہے۔

لہذا، دوسروں کی کمائی ہوئی نیکیوں پر بے جا بھروسہ کرنے کی بجائے انسان خود اپنی نجات کی خاطر عمل کرے اور زندگی کے آخری لمحے تک پورے غلوں کے ساتھ نیکیوں کے انبار جمع کرنے کی فکر میں رہے۔ اور خاص طور پر ایسے اعمال پر توجہ دے جو اس کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں تاکہ نیکیوں کا یہ سلسلہ قائم رہے اور تاقیامت اس کے حساب میں نیکیاں جمع ہوتی رہیں۔ ایسے سدا بہار اور زندہ رہنے والے کاموں کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے۔

انبیاء و رسل کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقرب بندے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگیاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ احکام کو پورا کرنے میں گزار دیں اور کسی کام کو از خود ایجاد کر کے دین کا حصہ نہیں بنایا کیونکہ یہی راستہ ہر خطرے سے خالی ہے۔ لہذا ہمیں بھی انہی کے طرہ عمل کو اپناتے ہوئے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگانا چاہیے اور ہر طرح کی بدعات سے دور رہنا چاہیے

ربنا ائتانی الدینا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب اللہ
وصلی اللہ علی النبی وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعہم باحسان
الی یوم الدین۔ واجعلنا معہم یارب العالمین۔ آمین

